شیخ محمد الغزالی رحمہ اللہ

حافظ محمد ادریس

امام حسن البنا شہید کے رفقا خصوصی میں سے ایک، شیخ محمد الغزالی ۹ مارچ ۱۹۹۶ کو سعودی عرب میں انتقال فرما گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

شیخ محمد الغزالی کی پوری زندگی حق کہ موت بھی مثالی اور قابل رشک تھی۔ وہ زندگی بھر اللہ کے دین کی خدمت میں مصروف رہے، موت آئی تو انھیں آن ڈیوٹی پایا۔ وہ ریاض میں ایک مذاکرہ میں "اسلام اور مغربی دنیا" کے موضوع پر خطاب فرما رہے تھے کہ دل کے دورے نے آلیا۔ حق مغفرت کرے، یہ مقام بلند ہر کسی کے حصے میں کہاں آتا ہے!

محمد الغزالی ہم سے بچھڑ گئے ہیں، مگر اپنے اعمال جلیلہ اور تصنیفات عظیم کی بدولت وہ آج بھی ہمارے ساتھ ہیں اور قیامت تک قافلہ حق کے لیے روشنی بکھیرتے رہیں گے۔ انھوں نے جس موضوع پر قلم اٹھایا، اس کا حق ادا کیا۔ وہ زود نویس تھے مگر ان کی تحریریں، پختہ خیالی، ندرت، علمیت اور اعلیٰ تحقیق کی آئینہ دار ہیں۔ وہ سطحی انداز میں لکھتے تھے، نہ بولتے تھے۔ معاصر علما نے ان کی بعض آرا سے اختلاف کیا مگر ان کے علمی مرتبے اور دلائل کی صلابت کا انکار کوئی نہیں کر سکا۔ ان کی تصانیف سو سے زائد ہیں جب کہ ہزاروں مقالے اور تقاریر بھی ان کے علمی ترکے میں شامل ہیں۔

شیخ محمد الغزالی مصر کے ضلع البحیرہ کے ایک گاؤں میں ۲۲ ستمبر ۱۹۱۷ کو پیدا ہوئے۔ انھوں نے اپنے گاؤں میں قرآن مجید حفظ کیا اور ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ اسکندریہ کے معہد علمی سے ثانوی تعلیم مکمل کرنے کے بعد جامعہ ازہر میں داخل ہوئے اور ۱۹۴۳ میں ایم اے کی ڈگری حاصل کی، انھوں نے حصول علم میں اپنے آپ کو کھپا دیا اور غیر معمولی مقام حاصل کیا۔ انھوں نے قدیم و جدید علوم کا گہرا مطالعہ کیا۔ اخوان میں شامل ہونے کے بعد وہ سرگرم کارکن بن گئے۔ انھوں نے بڑی تندہی سے کام کیا، وہ بہت اچھے خطیب تھے۔ ان کے خطبوں میں شعلہ بیانی کے ساتھ دلائل اور جذبات ایمانی کو حکمت کے ساتھ اپیل کرنے کا انداز پایا جاتا تھا۔ ان کی تقاریر سے اخوان کی دعوت شہروں اور دیہاتوں میں خوب خوب پھیلی۔ وہ حصول منصب سے احتراز کرتے تھے۔ ایک کارکن کی حیثیت سے کام کرنے کو ترجیح دیتے تھے۔

محمد الغزالی اعتدال، نرم روی اور تصادم سے اجتناب کے داعی تھے۔ اخوان کے بعض نوجوان قائدین کا پرجوش انداز ان کے مزاج سے مطابقت نہ رکھتا تھا۔ وہ حسن الہضیبی کے دور میں اخوان سے کنارہ کش ہو گئے مگر نہ تو حکومت کے آلہ کار بنے اور نہ دعوت کا راستہ ترک کیا۔ انھوں نے اپنی انفرادی حیثیت میں نظام اسلامی کے قیام کے لیے اپنی جدوجہد جاری رکھی۔

شیخ الغزالی تنظیم کے تقاضوں سے بھی بخوبی واقف تھے اور اپنی افتاد طبع، مزاج اور صلاحیتوں کو بھی اچھی طرح جانتے تھے۔ یہ ان کی عظمت ہے کہ انھوں نے اپنے نام کی شہرت سے دھوکہ کھا کر کوئی غلط فیصلہ نہیں کیا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے درمیان اور اخوان کی قیادت اور عام کارکنان کے درمیان وہ بعد اور تلخی پیدا نہ ہوئی جو عموماً تحریکوں سے نکل جانے والی شخصیات اور متوازی تنظیمیں قائم کرنے والی قیادت اور اصلی تحریک کے درمیان جنم لیتی ہے۔ بعد میں محمد الغزالی اور اخوان کے درمیان پھر قرب پیدا ہو گیا تھا۔ اخوان کے تیسرے مرشد عام سید عمر تلمسانیؒ نے اپنی خودنوشت "یادوں کی امانت" میں اور چوتھے مرشد عام جناب محمد حامد ابوالنصرؒ نے اپنی کتاب "وادی نیل کا قافلہ سخت جاں" میں اس موضوع پر حکیمانہ انداز میں روشنی ڈالی ہے۔

شیخ محمد الغزالی نے اپنے پیچھے سیکڑوں وقیع تصانیف چھوڑی ہیں۔ انھوں نے تفسیر و حدیث پر بھی لکھا، سیرت و تاریخ پر بھی قلم اٹھایا، اور دور حاضر کے فتنوں کا بھی بھرپور تعاقب کیا۔ ان کا پسندیدہ ترین موضوع دعوت اور داعی تھا۔ اس پر ان کی کئی کتب ہیں۔ شیخ نے دور جدید میں عورتوں کے مسائل، مغربی پراپیگنڈے اور عورتوں کے حقوق کے حوالے سے اسلام دشمن قوتوں کی سازشوں پر بھی خوب لکھا ہے۔ وہ وسیع المشرب عالم دین تھے۔ اسلام کے بنیادی اصولوں کو ملحوظ رکھ کر جس قدر انسانی حقوق کی آزادیاں قرآن و سنت نے دی ہیں ان کا بھرپور پرچار کیا کرتے تھے۔

وہ مصر اور بیرون مصر کی معروف شخصیت تھے۔ ان کا خطاب سننے کے لیے ہزاروں افراد حاضر ہوتے تھے۔ بعض اوقات ان کے پیچھے ڈھائی لاکھ لوگوں نے جمعہ کی نماز پڑھی ہے۔ شیخ کا انداز خطاب بہت سادہ مگر روحانی اور ربانی رنگ سے مالا مال ہوتا تھا۔

حکومت مصر نے "میثاق الوطنی المصری" جاری کیا جس میں سیکولر سیاست اور اشتراکی معیشت کو مسائل کا حل بتایا گیا تھا۔ شیخ محمد الغزالی نے اس کے خلاف زوردار صدائے احتجاج بلند کی۔ اس پر حکومتی حلقوں نے ان کا خوب مذاق اڑایا۔ ایک اخبار نے ان کے مخصوص ازہری لباس کو بنیاد بنا کر ان کا مضحکہ خیز کارٹون چھاپا تو شیخ محمد الغزالی کے مداحین نے اخبار کے دفاتر کا گھیراؤ کیا۔ انتظامیہ نے غیر مشروط معافی مانگی اور اگلے روز اخبار میں معذرت شائع کی۔

شیخ محمد الغزالی نے جامعہ ازہر اور وزارت اوقاف میں خدمات سرانجام دیں اور مصر سے باہر مختلف عرب ممالک میں تعلیمی اداروں میں استاد کے طور پر بھی مصروف عمل رہے مگر جب انھیں مصر

میں وزارت کی پیش کش کی گئی تو انھوں نے معذرت کر دی۔مکہ معظمہ کی جامعہ ام القریٰ میں بھی استاد رہے اور سعودی عرب کی دیگر جامعات کے بورڈ آف ڈائریکٹرز یا مجلس مشاورت میں بطور ممبر کام کرتے رہے۔قطر کے شریعت کالج کے قیام اور اس کی ترقی میں مرحوم کا بنیادی کردار تھا۔سات سال تک وہ الجزائر میں مقیم رہے اور وہاں کی معروف یونیورسٹی جامعہ امیر عبدالقادر میں تدریس و رہنمائی کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔الجزائر میں اسلامی بیداری کی جو لہر نظر آتی ہے اس میں بلاشبہ الغزالی کا بھی اہم کردار ہے۔وہ کئی سال تک الجزائر ٹی وی پر ہفتہ وار پروگرام پیش کرتے رہے۔یہ حکیمانہ پروگرام اپنے اندر تعلیم و تربیت اور اسلامی بیداری کے جملہ پہلو لیے ہوتا تھا۔لوگ اس کا شدت سے انتظار کیا کرتے تھے۔

شیخ محمد الغزالی بہت رقیق القلب انسان تھے۔اللہ کی رحمت کا تذکرہ کرتے ہوئے یا کسی سے سنتے ہوئے آب دیدہ ہو جاتے تھے۔ابن عطاء اللہ اسکندری کے پند و نصائح اور حکیمانہ اقوال مصر اور عرب میں بڑے شوق سے سنے اور پڑھے جاتے ہیں۔ایک مرتبہ شیخ الغزالی کے سامنے یہ مواعظ بیان کیے گئے تو ایسی رقت طاری ہوئی کہ زاروقطار رونے لگے یہاں تک کہ ہچکی بندھ گئی۔اس موقع پر شیخ کی زبان پر امام شافعیؒ کا مشہور شعر جاری ہو گیا جسے وہ بار بار دھراتے رہے

تعاظمنی ذنبی فلما قرنته بعفوک ربی کان عفوک اعظما

(میرے گناہوں کا انبار بہت بڑا ہے مگر اے میرے رب جب میں نے اس انبار کا تیرے عفو و درگزر سے موازنہ کیا تو وہ اس سے کہیں عظیم تر نظر آیا)

شیخ محمد الغزالی کو آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بے پناہ محبت تھی۔انھوں نے سیرت رسول پر "فقه السيرة" لکھی جس کی تالیف کے دوران وہ مسلسل باوضو رہے اور لکھتے ہوئے اکثر اشک بار ہو جاتے تھے۔ان کی دلی آرزو تھی کہ ان کو آخری آرام گاہ مدینہ منورہ میں نصیب ہو۔شیخ یوسف القرضاوی نے المجتمع میں تحریر فرمایا ہے کہ شیخ الغزالی آخری دم تک دعوت کے کام میں مصروف رہے، مسافرت میں عین خطاب کے دوران بلاوا آگیا اس لیے اللہ کی رحمت سے یہی امید ہے کہ انھیں شہدا کے زمرے میں شامل کیا جائے گا۔ان کا جسد خاکی ان کی خواہش کے مطابق ریاض سے مدینہ منتقل کیا گیا اور جنت البقیع میں امام دار الہجرۃ حضرت امام مالکؒ کی قبر کے بالکل قریب ان کو جگہ نصیب ہو گئی۔ان دونوں قبروں کے درمیان امام نافعؒ کی قبر ہے جو سات قراء میں سے ایک ہیں۔اللہ اللہ کس قدر بلند نصیب ہے! زندگی بھی قابل رشک اور موت بھی قابل رشک!